مولانا فقیر اللہ رحمانی (رحیم یار خان) (پہلی قسط)

ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاریؒ کی یاد میں

یہ ۱۹۶۶ء کی بات ہے‘ جب میں دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا (ضلع خانیوال) میں پڑھتا تھا اور مدرسہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ میں دیگر طلباء کے ساتھ شرکت کے لیے ملتان آیا۔ عصر کا وقت تھا۔ میں نماز کے لیے مسجد میں داخل ہو رہا تھا اور ایک خوبصورت نوجوان‘ دراز قد، لمبی زلفیں، کھلا چہرہ، کھدر کا لباس زیب تن کئے ہوئے مسجد سے نکل رہا تھا‘ اتنے میں آپ سے کسی نے پوچھا کہ شاہ جی نماز پڑھ لی۔ شاہ جی نے کہا ہاں بھائی پڑھ لی۔ میں اس گبھرو جوان کو دیکھنے لگا۔ یہ حسین چہرے والا کڑیل جوان کون ہے؟ یہ نوجوان پشاوری چپل پہن کر ساتھ ہی اپنے ایک بک سٹال پر بیٹھ گیا۔ میں نے جلدی جلدی نماز عصر ادا کی اور پھر اس گبھرو جوان کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اُن کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو مجھے بتاتا کہ یہ نوجوان کون ہے؟ بس کچھ دیر یوں گم سم کھڑا رہا۔ بعد ازاں یہ حسرت دل میں لے کر جلسہ گاہ میں چلا گیا کہ کوئی تو تعارف کراتا یہ شاہ جی کون ہیں؟ جلسہ سے فارغ ہو کر پھر دوبارہ مدرسہ میں چلا گیا۔ مدرسہ میں ایک رات عشاء کے قریب کسی طالب علم نے مجھے بتایا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے چھوٹے فرزند مدرسہ میں آئے ہوئے ہیں اور بعد نمازِ عشاء تلاوت قرآن پاک فرمائیں گے۔ بعد نمازِ عشاء آپ طلباء کے ایک دائرہ میں مدرسہ کے صحن میں بیٹھ گئے اور دو رکوع قرآن پاک کے تلاوت کئے۔ سبحان اللہ آپ کی پیاری آواز رات کے سناٹے میں اور بھی بہت خوبصورت لگی۔ آپ کچھ دیر طلباء میں گھل مل کر بیٹھے رہے۔ بعد ازاں چیچہ وطنی کے لیے روانہ ہو گئے۔ طلباء نے بتایا کہ ان دنوں آپ وہاں پڑھاتے ہیں۔

اگلے سال میں نے مدرسہ نعمانیہ‘ محلّہ قدیر آباد ملتان میں داخلہ لیا۔ ایک روز چوک فوارہ سے گزر رہا تھا کہ اچانک میری نگاہ ایک بزرگ پر پڑی جو کہ ایک بائیسکل پر جا رہے تھے۔ سائیکل پر ایک کپڑے کا چھوٹا سا تھیلا لٹکا ہوا تھا۔ میں یک دم کھڑے ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔ ساتھ والے ایک طالب علم نے پوچھا کہ کھڑا کیا دیکھتا ہے۔ میں نے اسے ہاتھ سے اشارہ کر کے پوچھا کہ اس بزرگ کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ کون ہیں؟ اس طالب علم نے مجھے بتایا کہ یہ پائے کے عالم، ادیب، فقیہہ اور مؤرخ ہیں۔ کتابیں لکھتے ہیں۔ اپنے مسودات کاتب کے پاس خود لے جاتے ہیں اور اپنی نگرانی میں کتابت کراتے ہیں۔ ان حضرت کا یہ ابتدائی تعارف تھا۔ دل میں تڑپ پیدا ہوئی لیکن خانۂ امیر شریعت تک رسائی نہ ہو سکی۔ اگلے سال بعض عوارض کی وجہ سے حصول تعلیم کے لیے باہر نہ جا سکا اور بستی میں ہی پھر استاذِ محترم مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کے ہاں اسباق شروع کر دیئے۔ یاد رہے کہ ان دنوں مولانا عبدالحقؒ اپنے خرچ پر ایک مدرسہ کی ابتدا کر چکے تھے۔ جس کا نام جامعہ حقانیہ تجویز ہوا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد مولانا محمد عیسیٰ رحمہ اللہ اور مولوی نعیم اللہ مرحوم کے اصرار پر مولانا‘ مدرسہ کنز العلوم میں چلے گئے۔

۱۹۶۷ء کے اواخر میں ایک روز صبح کہیں جا رہا تھا کہ ایک گلی میں حافظ عبدالخالق احراری آف غازی پور کے ہمراہ ایک کھدر پوش نوجوان کو دیکھا۔ رسمی طور پر علیک سلیک ہوئی۔ حافظ عبدالحق نے مجھے بتایا کہ یہ نوجوان حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند سید عطاء المحسن شاہ صاحب ہیں اور مولانا قمرالدین صاحب کو ملنا چاہتے ہیں۔ میں آپ کو ساتھ لے کر چچا قمرالدین صاحب کے ڈیرے پر لے آیا اور میزبانِ احرار مولانا قمرالدین کو اطلاع دی۔ آپ خوشی خوشی آئے ،حضرت سے ملے تو حافظ عبدالخالق احراری نے تعارف کرایا کہ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے ہیں۔ میں نے پھر اپنے چچا فدائے احرار مولانا صالح محمد صاحب کو اطلاع دی تو وہ بھی از حد خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے بخت جاگے ہیں کیونکہ یہ حضرات' حضرت امیر شریعتؒ کے پروانے تھے اور ان کی کوشش تھی کہ کبھی تو ہمارے ہاں فرزندانِ امیر شریعتؒ تشریف لائیں۔ خیر چچا صالح محمد صاحب بھی ڈیرے پر تشریف لے آئے۔ حضرت شاہ صاحب ان سے بھی پرتپاک ملے۔ ان دونوں حضرات نے آپ سے خیریت پوچھی۔ اماں جی رحمہا اللہ اور جانشین امیر شریعت کی خیریت چاہی اور بہت ہی خوش ہوئے۔ یہ تھی حضرت سید عطاء المحسن شاہ صاحب سے میری پہلی ملاقات۔ آپ نے مجھ سے نام اور تعلیم کے بارے میں دریافت کیا۔ اب مجھے یاد آیا کہ یہ وہی شاہ جی ہیں' جو مدرسہ خیر المدارس کے جلسہ کے موقع پر مسجد سے باہر نکل رہے تھے۔ اب تو میں بہت خوش تھا کہ دیرینہ حسرت پوری ہوئی۔ میں نے دوڑ کر مولوی نعیم اللہ صاحب کو جا کر اطلاع دی کہ سید عطاء المحسن شاہ صاحب ملتان سے تشریف لائے ہیں' وہ بھی میرے ساتھ چچا قمرالدین صاحب کے ڈیرے پر آئے۔ حضرت ان سے بھی اچھے انداز میں ملے' اس سے قبل میں نے مولوی نعیم اللہ صاحب کو بتا دیا تھا کہ سید زادہ کو دیکھو تو سہی کیسا با اخلاق! پہلی ہی ملاقات میں اتنا بے تکلف' خوبصورت ایسا کہ جس کی مثال دی جا سکے۔ ہم دونوں اپنے بزرگوں کا ادب ملحوظ کر کے ایک طرف بیٹھ گئے، آپ کا دیدار کرتے رہے اور آپ کی' اپنے بزرگوں کے ساتھ گفتگو سنتے رہے۔ کچھ دیر بعد چچا قمرالدین صاحب نے مولوی نعیم اللہ صاحب کا تعارف کرایا کہ یہ بچہ میرا بھتیجا ہے' یہ دونوں اکٹھے پڑھتے ہیں اور ان دونوں میں بڑی دوستی ہے۔ انہوں نے اپنے مدرسہ میں ''انجمن حسینیہ'' ایک جماعت بنائی ہے۔ حضرت یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ ہم نے آپ کو اپنے دفتر تشریف لانے کی دعوت دی' جو کہ منظور ہوئی۔ دوسرے روز آپ ہمارے دفتر میں تشریف لائے اور دفتر میں چسپاں مختلف چارٹ دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا اور ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ صرف شہیدِ کربلا و مظلوم کربلا کے کردار کو مدنظر نہیں رکھنا بلکہ جمیع صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے کردار کو مدنظر رکھ کر ان کے دفاع کا کام کریں پھر ہمیں مجلس خدام صحابہ کے نام پر کام کرنے کی دعوت دی۔

اس پہلی آمد پر آپ نے صرف دو دن بستی میں قیام کیا پھر ۱۹۶۸ء میں مولوی عطاء اللہ صاحب (مولانا قمرالدین کے بھائی) کے سالانہ جلسہ پر آپ نے بستی مولویاں میں خطاب کیا۔ اس خطاب سے پہلے مولانا قمرالدین صاحب نے آپ کا پورا انٹرویو لیا اور مختلف سوالات کر کے آپ کی معلومات علمی پوزیشن جاننا چاہی۔ حضرت شاہ صاحب نے میزبانِ احرار کو

پوری وضاحت کے ساتھ جوابات دیئے اور انہیں تسلی دلائی۔ انہی ایام میں فتنہ مودودی کا زور تھا۔ حضرت شاہ صاحب کو ''خلافت وملوکیت'' کے حوالے از بر یاد تھے۔ جب میزبانِ احرار مولانا قمرالدین صاحب نے سب تحریریں جو کہ مولانا مودودی نے صحابہ کرام خصوصاً حضرت عثمان غنی اور حضرت امیر معاویہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف لکھی تھیں سنیں تو بے حد خوش ہوئے اور آپ نے حضرت شاہ صاحب کو داد دی اور کہا کہ ماشاء اللہ آپ کو تو پوری معلومات ہیں۔ آپ ہمارے علاقہ میں کام کریں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ میزبانِ احرار مولانا قمرالدین صاحب نے صرف پوری سرپرستی نہیں بلکہ سرپرستی کا حق ادا کر دیا۔ پورے علاقہ میں حضرت شاہ صاحب کو پھرایا۔ بدلی شریف میں حضرت پیر سید غلام سرور شاہ صاحب کے پاس لے گئے اور ان سے تعارف کرایا پھر پیر غلام سرور شاہ صاحب نے بھی کمال شفقت فرمائی۔ گرمی ہو یا سردی سید صاحب چل رہے ہیں۔ گرمی، لو، تپش یا پھر سردی میں آپ رکے نہیں بلکہ آپ ہم نوجوانوں سے بھی آگے قدم بڑھا کر چلتے رہے۔ یہ بھی عجیب باکمال شاہ صاحب تھے۔ اپنے معمولات کے سختی سے پابند، شب بیدار، مریدین کا حلقہ وسیع تمام متعلقین وحلقہ مریدین میں اعلان کر دیا کہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب کے بیٹے آئے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ تعاون کریں، جماعتی حلقے بنوائیں۔ ان کا گھر بھی الحمدللہ آج تک خاندانِ امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ سے وابستہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی ملاقات ملک منورالدین اعوان سے ہوئی۔ یہ دراصل تلہ گنگ کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا یہاں ہمارے علاقہ میں تشریف لائے تھے۔ وہ حافظ قرآن تھے اور یہاں بستی مولویان کے قدیمی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے تو پھر یہاں کے مکین بن گئے۔ ملک منورالدین پڑھا لکھا آدمی تھا۔ صاحب مطالعہ اور معاملہ فہم تھا۔ ایک ہی ملاقات میں ایک دوسرے سے گھل مل گئے۔ دونوں نے جب ایک دوسرے کا جائزہ لیا تو ملک صاحب نے حضرت شاہ صاحب کو فرمایا کہ آپ کا پروگرام تو بھوک مرنے کے مترادف ہے لیکن چونکہ بات حق ہے اس لیے آپ کو چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔ چونکہ حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں انفاق ہی انفاق ہے، انجماد نہیں۔ یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ''خرچ کرتے رہو''۔ ''جمع کرتے جاؤ'' کہیں نہیں فرمایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام میں دولت کی مساوی تقسیم ہے۔

پھر حضرت شاہ صاحب، ملک منورالدین اعوان کے ساتھ چوک مکی مسجد رحیم یار خان میں، ذربان خان کے ہوٹل پر بیٹھنے لگے۔ یہ ہوٹل کیا تھا۔ ایک ٹی سٹال تھا۔ ایک لمبا کمرہ، چھپر کی چھت، جس میں سارا دن آگ جلتی تھی۔ دھواں ہوتا کیونکہ یہ علاقہ پٹھانوں کا مرکز تھا اور سارا دن اس ہوٹل میں پٹھان ہی اٹھتے بیٹھتے یہاں پر آپ کی ملاقات الیاس خان اور عبدالجلیل پٹھان سے ہوئی۔ دونوں مزدور لیڈر تھے جو کہ عباسی ٹیکسٹائل ملز اور لیور برادرز کے مزدوروں کے سرکردہ لیڈر تھے اور ان کا تعلق کسی سوشلسٹ پارٹی سے تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے ان سے گفتگو شروع کی۔ آپ نے اسلام میں مزدور کے حقوق پر بات کی اور انہیں قائل کیا کہ واقعی اسلام میں ہی مزدور کا تحفظ ہے تو دونوں نے اپنی پارٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ اب پارٹی میں

ہل چل مچ گئی کہ ان کو کیا ہوا تحقیق پر ان کو معلوم ہوا کہ سید زادے کی گفتگو کا اثر ہوا ہے۔ آپ نے ان کو مجلس احرار اسلام میں شمولیت کی دعوت دی اور انہیں جماعت کا منشور پیش کیا۔ یہ لوگ مجلس احرار اسلام میں مع مولانا غلام ربانی رحمہ اللہ شامل ہوئے اور اسی طرح مکی مسجد جماعت کا مرکز بن گئی اور مکی مسجد میں دو روزہ کانفرنس ہوئی' خیمے لگے اور احرار کارکنوں کو ٹوکن پر کھانا کھلایا گیا۔ اس کانفرنس میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے انقلابی بیان کیا۔ اس علاقہ میں آپ کا یہ پہلا خطاب تھا۔

اس کے بعد حضرت سید عطاء المحسن شاہ صاحب نے دیہات کا رخ کیا اور قریہ قریہ گاؤں گاؤں پھرتے اور دین بیان کرتے رہے۔ اس وقت ہمارے علاقہ میں کوئی پختہ سڑک نہ تھی۔ بالکل پسماندہ کچی سڑک گرد و غبار اتنا کہ چلنا دشوار' سواری کا تصور ہی نہ تھا۔ آپ نے کبھی بھی سواری نہ ہونے کا شکوہ نہ کیا اور پیدل چل کر ایک ایک گھر پہنچے۔ آپ میں دینی جذبہ اتنا تھا کہ رات دن ایک کر کے علاقہ میں دین پہنچایا۔ ملک منور الدین، نذیر احمد چوغطہ، ملک اللہ بخش، مولانا بلال احمد اور راقم الحروف آپ کے ہمراہ ہوا کرتے تھے۔ آپ نے ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ یہاں پر وڈیرہ شاہی کا راج تھا اور مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ کا سکہ چلتا تھا۔ آپ نے عوام کو جھنجھوڑا اور ان میں شعور پیدا کیا۔ آپ عوام میں گھل مل گئے۔ آپ نے امیر، غریب کا فرق ختم کر دیا۔ عوام جو کہ کمتری کا شکار تھے۔ آپ کے اس رویے سے از حد متاثر ہوئے۔

ایک دفعہ آپ کسی بستی سے تقریر کر کے واپس بدلی شریف آ رہے تھے کہ راستے میں ایک آدمی نے آپ کو رات کے قیام کی دعوت دی۔ آپ نے مذاق مذاق میں کہہ دیا کہ مرغ کھاؤں گا۔ اس نے بخوشی یہ بات قبول کر لی اور بھاگ کر گھر سے اصیل نسل کا مرغ پکڑ کر لے آیا کہ لو حضرت! ذبح بھی آپ خود کریں۔ آپ خفا ہوئے: ''اب نہ تجھے ثواب ہوگا اور نہ مجھے'' مرغ کو چھوڑ دیا اور وہیں پر ایک کچی مسجد میں بیٹھ گئے۔ اس نے کوشش کی کہ حضرت ڈیرے پر چلیں' چارپائی پر آرام کریں۔ کھانا پکوا آتا ہوں۔ آپ نے اسے کہا کہ تو نے کیا سمجھا کہ عطاء اللہ شاہ بخاری کا بیٹا بھکاری ہے۔ اب تیرے گھر کی روٹی نہیں کھاؤں گا۔ خدا کے گھر میں بیٹھا ہوں۔ آپ نے رات وہیں تلاوت قرآن پاک کرتے گزار دی۔

آپ دس دس میل تک پیدل سفر، رات دن بیان ہوتے۔ دیہات میں کوئی اچھا کھانا میسر نہ آتا لیکن آپ نے کبھی اس کی پروا نہ کی۔ آپ ہمیشہ رسومات، شرک، بدعت سے روکتے۔ یہاں ہمارے علاقہ میں ایک دربار ہے جس پر منت، چڑھاوے رسومات اور سالانہ میلہ لگتا ہے اور دربار کے قریب ہی راقم الحروف کا رقبہ ہے۔ فدائے احرار مولانا صالح محمد نے مشورہ دیا کہ وہاں پر آپ کا بیان کرایا جائے۔ تجویز عمدہ تھی۔ دن مقرر ہو گیا اور ہم تیاری میں لگ گئے۔ اپنے اس رقبہ پر آپ کا شان سے جلسہ کرایا۔ مولانا قمر الدین، مولوی عطاء اللہ، مولوی شمس الدین تمام برادران جلسہ میں شریک ہوئے اور ان کی سرپرستی میں حضرت شاہ صاحب نے کھل کر قرآن مجید پڑھا اور شرک و بدعات اور رسومات کی قباحت بیان کی۔ چونکہ علاقہ شرک و بدعات کا مرکز تھا۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کڑوی لگی۔ انہوں نے قرآن کے مقابلہ میں ساتھ ہی اپنے رقبہ

میں بیلوں کا میلہ رکھ دیا اور ڈھول بجانا شروع کر دیا۔ ہم نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم خاموشی سے بیٹھے رہو۔ انہیں کچھ نہ کہو، انہیں اپنا کام کرنے دو اور ہم اپنا کام کریں گے۔ آپ نے پورے زور سے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی۔ اللہ کی کتاب تھی اور بخاری کی آواز۔ میدان آدھ گھنٹہ سے پہلے صاف ہو چکا تھا۔ حضرت شاہ صاحب نے عصر تک وعظ کیا۔

ملک منورالدین اعوان کی رگ شجاعت پھڑکی۔ انہوں نے کہا' ان لوگوں نے ہمارا مقابلہ کیا ہے۔ اب ہم ان کے گھر میں یعنی دربار پر جلسہ کریں گے۔ ملک منورالدین کے بہنوئی کا گھر دربار پر ہی تھا۔ انہوں نے ان سے رابطہ کیا۔ چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد دربار پر ہی جلسہ ہوا۔ آج سید زادے کا رنگ ہی کوئی اور تھا۔ شاہ صاحب نے ہمیں پہلے فرما دیا تھا کہ آپ لوگوں نے کوئی جوابی کارروائی نہیں کرنی۔ سب معاملہ رب پر چھوڑ دو۔ ہمیں وہی کافی ہے۔ حضرت شاہ صاحب وہاں پہنچے تو ان لوگوں کے غصہ کی انتہا نہ رہی اور وہ بندوقیں اٹھا کر سامنے آ کھڑے ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی تو عوام پر سکتہ طاری ہو گیا۔ بعدازاں آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ ماشاء اللہ آپ سب لوگ مسلمان ہیں اور قرآن پر ہمارا ایمان ہے اور ہم سب کے گھروں میں قرآن مجید موجود ہو گا۔ کیا کبھی ہم نے قرآن کی بات بھی سنی ہے کہ قرآن ہمیں کہتا کیا ہے پھر آپ نے قرآن مجید کی تلاوت اور ترجمہ کر کے بتایا کہ او پگلے لوگ! مجھ پر کیوں ناراض ہوتے ہو۔ تمہارا اپنا قران کہتا ہے کہ شرک نہ کرو۔ بس حضرت کی زبان اور قرآن کا اثر تھا کہ ان لوگوں پر دہشت طاری ہو گئی اور وہیں شل ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحب نے جوش میں آکر اپنا گریبان کھول کر انہیں پکار کر فرمایا کہ آؤ آج پھر کربلا کی یاد تازہ کر دو۔ میں تو حسنی حسینی سید زادہ ہوں۔ پتہ نہیں تم کس کی اولاد ہو۔ آج پھر سید بندوق کے سائے میں قرآن پڑھ رہا ہے۔ ایک عجیب کیفیت تھی۔ سب کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ مخالف لوگ بہت نادم ہوئے اور کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے سرغنے کو اس دنیا میں جو سزا دی وہ یہاں بیان کرنے کے قابل نہیں ہے۔

شاہ جی نے انہی دنوں بھٹہ وہن میں بھی ایک یادگار بیان کیا۔ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ نے اس بھٹہ وہن میں تین دن متواتر بیان کیا۔ (یہ شہر قدیمی شہر ہے اور ہندوؤں کا مرکزی شہر تھا) تیسرے دن جب حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ نے بیان شروع کیا تو سامنے بیٹھے ہوئے مسلمانوں کو آپ نے یہ کہہ کر سامنے سے اٹھا دیا کہ آپ لوگوں نے قرآن کو بہت سن لیا۔ آج میں تو ہندوؤں کو قرآن سناؤں گا جو کہ پیچھے آ کر بیٹھ جاتے ہیں پھر ان ہندوؤں کو بلا کر آگے بٹھایا۔ اب بخاری گونجا پھر ہندو مسلم سب زاروقطار رو رہے تھے۔ بعد میں یہی ہندو حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔

(جاری ہے)